شمارہ نمبر
۳۳

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

تاریخ
ستمبر / ۲۰۲۵
ربیع الاول، ۱۴۴۷ھ

مجلّہ الإجماع

فہرستِ مضامین

* الروض الشهود في تقديم الركبتين عند السجود

[والردّ على الألباني والحويني ومقبل الوداعي بالبرهان المسدود]،

[سجدے میں جاتے وقت، پہلے "گھٹنا" اور پھر ہاتھ رکھنا سنت ہے]، [قسط ۱]

* القول الراضي في ترجمة شريك بن عبد الله النخعي القاضي۔

* ائمہ محدثین وائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا "حافظہ" جید اور مضبوط تھا۔ [قسط ۱]

Al Ijma
FOUNDATION

ناشر

الاجماع فاؤنڈیشن، الہند

فہرست مضامین

- الروض الشهود في تقديم الركبتين عند السجود۔[سجدے میں جاتے وقت، پہلے ''گھٹنا'' اور پھر ''ہاتھ'' رکھنا سنت ہے]،[قسط ۱]　۱
- القول الراضی فی ترجمة شریک بن عبد الله النخعی القاضی۔　۱۵
- ائمہ محدثین وائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ کا ''حافظہ'' جید اور مضبوط تھا۔[قسط ۱]　۴۰

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔ اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کے بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے، حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں، تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں، تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں اور تم سے زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔　-محدث ابوالمآثر، حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ)

بادل ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے، ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحیتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

الروض الشهود

في

تقديم الركبتين عند السجود

[والردّ على الألباني والحويني ومقبل الوداعي بالبرهان المسدود]

[سجدے میں جاتے وقت،
پہلے ''گھٹنا'' اور پھر ''ہاتھ'' رکھنا سنت ہے]،

[قسط ۱]

از

مفتی عاصف بن اسماعیل المدنی،　　مولانا محمد نذیر الدین قاسمی،
ڈاکٹر ابو محمد، شہاب علوی۔

حامداو مصلیا ،امابعد!

سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھے جائیں یا ہاتھ اور اٹھتے وقت پہلے گھٹنے اٹھائے جائیں یا ہاتھ، اس مسئلہ پر کتابیں دیکھنے سے پہلے یہ اندازہ نہیں تھا کہ خود سلفی علماء کے مابین یہ مسئلہ اتنا معرکہ آرا ہے، جب اس مسئلہ کیلئے مطالعہ شروع کیا تو معلوم ہوا کہ اس پر دونوں طرف سے خوب لکھا گیا، اور گرما گرم بحثیں ہوئی ہیں۔

جس میں ایک طرف شیخ البانیؒ، ان کے شاگرد اور انکے ہم خیال علماء ہیں، تو دوسری طرف شیخ ابن بازؒ، شیخ ابن العثیمینؒ، وغیرہ علماء اور ان کے ہم خیال حضرات ہیں، حالانکہ یہ مسئلہ کوئی حلت یا حرمت کا نہیں صرف افضلیت کا ہے، سلف کا عمل دونوں طرف منقول ہے، بلکہ تمام سلفی علماء کے مرجع شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''**وصلاته صحيحة في الحالتين**''۔

نماز دونوں طرح سے ہوجاتی ہے۔ (**مجموع الفتاوی: ج ۲۲: ص ۴۴۶**)،

مگر سلفی علماء اور خاص کر شیخ البانیؒ اور ان کے ہم خیال علماء کی تحریریں، اس انداز کی ہوتی ہیں کہ بس ہم ہی حق ہیں، ہمارا ہی طریقہ سنت کے مطابق ہے، باقی سب غلط ہیں، یہی طرز اس مسئلہ میں بھی نمایاں ہے، چنانچہ شیخ البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) فریق مخالف کی دلیل اور اس پر محدثین کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''**وهذا هو الحق الذي لا يشك فيه كل من أنصف, وأعطى البحث حقه من التحقيق العلمي, أن هذا الإسناد ضعيف**''۔

''اور یہی حق ہے، جس میں کسی انصاف پسند اور بحث میں علمی تحقیق کا حق ادا کرنے والے کو کوئی شک نہیں رہے گا کہ یہ سند ضعیف ہے''۔ (**ضعیفہ: ج ۲: ص ۳۲۹، حدیث ۹۲۹**)

یعنی جو حضرات اس حدیث کی تحقیق میں شیخ سے اختلاف رکھتے ہیں، شیخ کی نظر میں وہ انصاف پسند نہیں یا انہوں نے علمی تحقیق کا حق ادا نہیں کیا؟

دوسری بات یہ ہے کہ مخالفین کیلئے (خاص کر جبکہ اس کا تعلق علامہ زاہد الکوثریؒ کے حلقہ سے ہو، تو) شیخ کی زبان بہت سخت ہوتی ہے، شیخ جس کام میں لگے ہوئے تھے (خدمت حدیث نبوی) اس کام کے ساتھ یہ جملہ بازی شیخ

کو بالکل زیب نہیں دیتی۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب کوئی نوآموز، شیخ کی کسی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے، اپنی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے، اور شیخ کی نظر میں اس نے کچھ اصولی فروگزاشت کی ہوتی ہے، تو شیخ اسے لاعلمی اور نااہلی کا طعنے دیتے ہیں،

چنانچہ اسی بحث میں کسی معترض کا جواب دیتے ہوئے کبھی کہتے ہیں کہ ''۔۔۔۔ان سے یہ (یونس کی تضعیف) کسی علم اور اس علم شریف کی معرفت کی بناء پر صادر نہیں ہوئی ہے''۔

کہیں کہتے ہیں: ''اس علم میں نئے ہونے کی وجہ سے فرق نہیں کر سکے۔۔۔''۔

کبھی فرماتے ہیں: ''۔۔۔۔ مجھے ڈر ہوا کہ کوئی لاعلم کہہ دے کہ مجہول راویوں کی توثیق کے معاملہ میں ابن حجرؒ بھی ابن حبانؒ کے راستہ پر چل پڑے ہیں، جیسا کہ اس مؤلف نے کیا، اسلئے کہ ان کو چاہے تقلیداً ہی سہی-فرق پتہ نہیں ہے۔۔۔۔''۔**(تمام المنہ :ص ۲۰۳ تا ۲۰۶)**،

شیخ کے مریدین سے دست بستہ عرض ہے کہ ''ہر شخص تحقیق کرے گا''، اور کسی کی بات بغیر تحقیق کے قبول نہیں کی جائے گی، یہ اصول تو آپ ہی حضرات نے دیا ہے، اب اگر کوئی نوآموز خود تحقیق کرتا ہے، اور آپ کے اصول آپ ہی پر آزماتا ہے، پھر اپنی قابلیت کے مطابق آپ سے اختلاف کرتا ہے، تو آپ اس سے ناراض کیوں ہوتے ہیں، اسے اس راستہ پر آپ ہی نے چلایا ہے نا۔

* چوتھی بات یہ ہے کہ اس مقالہ میں ان لوگوں کو خاص طور پر دعوتِ فکر دی گئی ہے، جو فقہی مسالک کے خلاف ایک محاذ قائم کئے ہوئے ہیں، ان کی ساری دعوتی سرگرمیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مسالک اربعہ فقہیہ کی تقلید کے بجائے ہر شخص خود تحقیق کرے، بھلے اسے الف کا بھالا نہ آتا ہو، خود تحقیق نہ کر سکتا ہو تو ان لوگوں کی تحقیق مانے لیکن کسی امام پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تقلید نہ کرے۔

* پانچویں اور آخری، اہم بات یہ ہے کہ اس مقالہ میں بھلے شیخ البانیؒ کی علمی تحقیقات سے اختلاف کیا گیا، لیکن تمام اختلافات کے باوجود شیخ البانیؒ اور دیگر تمام علماء کرام کا، چاہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے جس مسلک سے تعلق رکھتے ہوں، ان کا دلی اکرام واحترام اور اپنی نجی وعلانیہ باتوں میں، اپنی زبان وقلم کو ان کی بے ادبی سے روکنا ضروری سمجھتے

ہیں، ان کی شان میں گستاخی پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا اندیشہ ہے۔

امام، حافظ جلیل ھبۃ اللہ ابن عساکر الدمشقیؒ (م ۵۷۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

امام ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) سے منقول ہے کہ: ''جو علماء کو ہلکا سمجھتا ہے، اس کی آخرت تباہ ہوجاتی ہے''۔ **(تاریخ دمشق: ج ۳۲: ص ۴۴۴)**

نیز حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''إن لحوم العلماء رحمة الله عليهم مسمومة وعادة الله في هتك أستار منتقصيهم معلومة'' یعنی یقیناً علماء کا گوشت ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو- زہریلا ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مشہور ومعروف ہے کہ علماء کی تنقیص کرنے والوں کو رسوا فرمادیتے ہیں۔ **(تبیین کذب المفتری: ص ۲۹)**

نسأل العافية والسلامة۔

لہذا یہ اختلاف صرف علمی اختلاف کی حد تک ہے، اور اگرچہ ان سے کئی باتوں میں ہمارے علماء، علماء دیوبند نے علمی، اصولی اور منہج کے اعتبار سے اختلاف کیا ہے، مگر ان کی ذات، اور انکی دینی خدمات کے بارے میں ہمارا دل ان کے احترام سے بھرا ہوا ہے۔

جزاہ اللہ خیرا وأحسن الجزاء۔

<u>سجدہ میں جانے اور اس سے اٹھنے کے بارے میں احناف کا موقف:</u>

- ثقہ، حافظ، مجتہد، امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے سوال کیا گیا کہ

قلت فهل يستحب للرجل إذا سجد أن يضع ركبتيه على الأرض قبل يديه وإذا رفع رأسه فقام أن يرفع يديه قبل ركبتيه قال نعم۔

کیا مرد کیلئے مستحب یہ ہے کہ جب سجدہ میں جائے تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھے، اور جب سر اٹھائے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھائے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ **(الاصل للشیبانی: ج ۱: ص ۱۳، طبعہ قطر)**۔

- اوران کی شرط کے مطابق، یہی قول شیخین [یعنی امام صاحبؒ اور ابو یوسفؒ] کا بھی ہے۔(ج۱:ص۵)،

* امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

وقال أبو حنيفة رضي الله عنه السنة في الصلاة إذا أراد الرجل أن ينهض ينهض على صدور قدميه إن قدر على ذلك وإن كان شيخا كبيرا أو رجلا بادنا لا يقدر على أن ينهض على صدور قدميه فليعتمد براحتيه على الأرض ولينهض عليها۔ وقال أهل المدينة الاعتماد على يديه في الصلاة أفضل للشباب لمن قدر ولمن لم يقدر۔

- امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ) کہتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ جب آدمی کھڑے ہونا چاہے تو پنجوں کے بل کھڑا ہو، اگر وہ اس کی قدرت رکھتا ہے، اور اگر وہ بہت بوڑھا یا بھاری بدن ہے، پنجوں کے بل نہیں کھڑا ہوسکتا تو دونوں ہتھیلیاں زمین پر ٹیک کر اس کے سہارے کھڑا ہو۔

جبکہ اہل مدینہ کا کہنا ہے کہ نماز میں ہاتھوں کا سہارا لینا افضل ہے جوانوں کیلئے (بھی، چاہے وہ بغیر ہاتھ ٹیکے اٹھنے کی) طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔(**الحجة على أهل المدينة: ج۱:ص۳۱۵**)

- امام ابوجعفر طحاویؒ (م۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

''ويكون أول ما يقع منه إلى الأرض ركبتاه، ثم يداه ثم وجهه''

اور زمین پر پہلے اس کے گھٹنے لگیں گے پھر ہاتھ اس کے بعد چہرہ۔(**شرح مختصر الطحاوی للجصاص: ج۱:ص ۶۱۶**)،　　اب دلائل ملاحظہ فرمائیں:

<u>دلیل نمبر''۱'':</u>

امام ابوداود السجستانیؒ (م۲۷۵ھ) نے کہا:

حدثنا الحسن بن علي، وحسين بن عيسى، قالا: حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا شريك، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، عن وائل بن حجر، قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه، وإذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه۔

وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (**سنن ابی داود: حدیث نمبر ۸۳۸**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوداود السجستانیؒ (**م ۲۷۵ھ**) ثقہ، ثبت، حافظ، حجت، صاحب السنن ہیں۔ (**تقریب، الکاشف**)،

(۲) الحسن بن علی الخلالؒ (**م ۲۴۲ھ**) کتب خمسہ ماخلا النسائی کے راوی اور ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۲۶۲، الکاشف**)، اور ان کے متابع میں الحسین بن عیسی الطائیؒ (**م ۲۴۷ھ**) ثقہ، صاحبِ حدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۳۴۰**)،

(۳) یزید بن ہارون الواسطیؒ (**م ۲۰۶ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حافظ، متقن، حجت ہیں۔ (**تقریب، الکاشف، سیر**)،

(۴) شریک بن عبداللہ النخعیؒ (**م ۱۷۷ھ**) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور قبل تغیر حفظہ، صدوق، بلکہ ثقہ، ثبت ہیں۔ (**تفصیل کے لئے، ص**)،

نوٹ:

امام یزید بن ہارون الواسطیؒ (**م ۲۰۶ھ**) نے شریک بن عبداللہ النخعیؒ (**م ۱۷۷ھ**) سے، ان کے حافظہ متغیر ہونے پہلے، ان کی کتاب سے روایت لی ہے۔ (**تفصیل کے لئے، ص ۱۵**)،

(۵) عاصم بن کلیب الکوفیؒ (**م ۱۳۹ھ**) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۰۷۵**)،

نوٹ:

اہل کوفہ کی روایات میں، شریک النخعیؒ ''اعلم'' ہیں۔ (**دیکھئے، ص ۱۵، ۱۶**)، اس اعتبار سے بھی دیگر کے مقابلے میں ان کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

(۶)　ان کے والدِ محترم، کلیب بن شہاب الجرمی الکوفی سنن اربع کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۶۶۰**)،

نوٹ:

کئی علماء نے آپؒ کو ثقہ کہا ہے، بلکہ خود، ایک جگہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (**م ۸۵۲ھ**) نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ (**تحفۃ اللبیب: ج ۲: ص ۲۰، تہذیب التہذیب: ج ۸: ص ۴۴۶**)، یہی وجہ ہے کہ محدث سید امیر علیؒ (**م ۱۳۳۷ھ**) نے تقریب کے حاشیہ میں لکھا: ''وثقه ابن سعد و ابن حبان''۔ (**تقریب التہذیب مع تقعیب التقریب: ص ۴۴۱**)، لہذا ان کا ثقہ ہونا راجح ہے۔

(۷)　حضرت وائل بن حجر الحضرمیؓ (**م قبل ۶۰ھ**) مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۳۹۳**)،

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اس حدیث کی تصحیح وتحسین فرمائی ہیں، چنانچہ

(۱)　امام ابوداود السجستانیؒ (**م ۲۷۵ھ**) نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے۔ (**سنن ابی داود: حدیث نمبر ۸۳۸**)، جو کہ ان کے نزدیک روایت کی تصحیح وتحسین پر دال ہے۔

(۲)　امام ترمذیؒ (**م ۲۷۹ھ**) نے کہا: ''هذا حديث حسن غريب''۔ (**سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۶۸**)،

(۳)　حافظ ابن المنذرؒ (**م ۳۱۹ھ**) نے کہا: ''وحديث وائل بن حجر ثابت وبه نقول''، وائل بن حجرؓ کی حدیث ثابت ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ (**الاوسط لابن المنذر: ج ۳: ص ۳۲۷**)،

(۴)　امام ابن خزیمہؒ (**م ۳۱۱ھ**)،

(۵)　حافظ سعید بن عثمان، ابوعلی ابن السکن المصریؒ (**م ۳۵۳ھ**) اور

(۶)　حافظ ابن حبانؒ (**م ۳۵۴ھ**) نے، اس روایت کو اپنی اپنی ''صحیح'' میں ذکر کیا ہے۔ (**صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر ۶۲۶، صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ۱۹۱۲، البدر المنیر لابن الملقن: ج ۳: ص ۶۵۷**)،

یعنی ان ائمہ کے نزدیک، یہ روایت صحیح ہے۔

ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ، وغیرہ کی تصحیح کی تائید فرمائی ہے:

* چنانچہ محدث ملا علی القاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے کہا: ''(رواه أبو داود، والترمذي): وقال: حسن غريب، وقال الحاكم: صحيح على شرط مسلم، وصححه ابن حبان''۔ (مرقاۃ: ج ۲: ص ۷۲۴)،

* حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: ''وصحح الحديث المذكور ابن حبان وشيخه ابن خزيمة'' اس حدیثِ وائل کو ابن حبانؒ اور ان کے شیخ، ابن خزیمہؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفۃ المحتاج: ج ۱: ص ۳۱۲)،

(۷) محدث ابو البقاء الدمیریؒ (م ۸۰۸ھ) نے بھی کہا: ''قال: (ويضع ركبتيه ثم يديه)؛ لقول وائل بن حجر: (رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا سجد.. وضع ركبتيه قبل يديه، فإذا نهض.. رفع يديه قبل ركبتيه) رواه الأربعة، وصححه ابن خزيمة وابن حبان والحاكم، ولا يضره أن في سنده شريكًا القاضي وليس بالقوي؛ لأن مسلمًا روى له فهو على شرطه''، سجدے میں جاتے وقت، پہلے دونوں گھٹنے رکھنا چاہئے اور پھر دونوں ہاتھ، حدیث وائل بن حجرؓ کی وجہ سے، جس کو سنن اربع کے ائمہ نے روایت کیا اور ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم وغیرہ ائمہ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت کو یہ نقصان نہیں دیتا کہ اس کی سند میں شریک القاضی موجود ہیں، جو کہ قوی راوی نہیں ہے، کیونکہ امام مسلم نے ان سے روایت کی ہے، لہٰذا وہ ان کے معیار (شرط مسلم) پر شمار ہیں۔ (النجام الوہاج: ج ۲: ص ۱۴۸)،

(۸) مشہور امام، محدث، حافظ زکریا الانصاریؒ (م ۹۲۶ھ) نے کہا: ''ودليل سن ترتيب وضع اليدين على الركبتين المفاد بثم في كلام الناظم خبر وائل بن حجر كان النبي - صلى الله عليه وسلم - إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه وإذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه، رواه الترمذي وحسنه وابنا خزيمة وحبان وصححاه''، اور ہاتھوں کو گھٹنوں کے بعد رکھنے کے ترتیب وار مسنون ہونے کی دلیل، وائل بن حجر کی حدیث ہے، اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، اور ابن خزیمہ وابن حبان نے بھی روایت کیا ہے اور دونوں نے اسے صحیح

قرار دیا ہے۔(الغرر البهية في شرح البهجة الوردية: ج۱: ص ۳۳۲)،

لہذا معلوم ہوا کہ امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ)، حافظ سعید بن عثمان، ابو علی ابن السکن المصریؒ (م ۳۵۳ھ) اور حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، واللہ اعلم۔

(۹)　ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا: ''وثبت ما روى وائل''، حضرت وائلؓ کی روایت ثابت و راجح ہے۔(شرح معاني الآثار: ج۱: ص ۲۵۵)،

(۱۰)　حافظ ابو سلیمان الخطابیؒ (م ۳۸۸ھ) نے کہا: ''حديث وائل بن حجر أثبت من هذا''۔

حدیثِ وائل، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے زیادہ مضبوط ہے۔(معالم السنن: ج۱: ص ۲۰۸)،

اکثر ائمہ نے، حافظ ابو سلیمان الخطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کے قول کی بھی تائید فرمائی ہے:

(۱۱)　چنانچہ ان کی تائید میں فقیہ، امام برہان الجعبریؒ (م ۷۳۲ھ) نے کہا: ''قال الخطابي: هذا أثبت من ذاك، وهذا يدل على أن وضع الركبة أولًا أولى، وهو مذهب عمر، وبه قال أبو حنيفة، والشافعي، وأحمد، وإسحاق والنخعي، والثوري - وهو محكم عندهم، فقال قوم: دل الأول على الجواز، والثاني على الأولى، وقوم بعكسه، والأكثر أنه ناسخ لذاك لتأخره عنه''، امام خطابیؒ کہتے ہیں: یہ روایت (جس میں پہلے گھٹنے رکھنے کا ذکر ہے)، اس دوسری روایت سے زیادہ مضبوط ہے، اور [آگے الجعبریؒ نے کہا] یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سجدے میں سب سے پہلے گھٹنے رکھنا ''افضل'' ہے۔ یہی رائے حضرت عمرؓ کی تھی، اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، نخعی اور ثوری وغیرہ ائمہ رحمہ اللہ علیہم کا بھی یہی مسلک ہے اور ان کے نزدیک یہ قول راجح ہے اور بعض علماء نے کہا: پہلی روایت (جس میں پہلے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، وہ) جواز پر دلالت کرتی ہے، اور دوسری (حدیثِ وائل) افضل طریقے پر۔ جبکہ بعض نے اس کے برعکس کہا، اور اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ دوسری روایت، پہلی کی ناسخ ہے، کیونکہ وہ بعد میں وارد ہوئی ہے۔(رسوخ الاحبار في منسوخ الاخبار: ص ۲۷۱)،

*　محدث ابو البقاء الدمیریؒ (م ۸۰۸ھ) نے کہا:

''وقال الخطابي: إن تقديم الركبتين أثبت من تقديم اليدين، وبه قال أكثر العلماء، وهو أرفق بالمصلي، وأحسن في الشكل ورأي العين''۔(النجم الوہاج: ج ۲: ص ۱۴۹)،

* حافظ ابو محمد البغویؒ (م ۵۱۶ھ) نے بھی کہا:

''وحديث وائل بن حجر أثبت من هذا''۔(مصابیح السنۃ: ج ۱: ص ۳۴۴)،

(۱۲) محدث ابن ملک الکرمانیؒ (م ۸۵۴ھ) نے کہا:

''وحديثُ وائلِ بن حُجر أثبتُ من هذا، ولذا لم يَرَ أكثرُ العلماء العملَ بهذا الحديث، مع أنه رُوي عن أبي هريرة مثلُ حديث وائل، فيُؤخَذ بأقوى روايتيه''۔

امام خطابیؒ کے قول ''حدیثِ وائل، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے زیادہ مضبوط ہے'' کی وجہ سے، اکثر علماء نے حدیثِ ابی ہریرۃ پر عمل نہیں کیا، حالانکہ ابو ہریرہؓ کا طریق، وائلؓ کی حدیث کے مضمون کی طرح منقول ہے، لہٰذا ابو ہریرہؓ کی دونوں روایتوں میں سے جو [مضمون کے اعتبار سے] قوی تر ہو، اسی کو لیا جائے گا۔(شرح المصابیح لابن ملک: ج ۲: ص ۲۰)،

- اسی طرح، ابن حجر الہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ) نے امام الخطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کے قول کی توضیح فرمائی: کہ

''ووجه كونه أثبت أن جماعة من الحفاظ صححوه، ولا يقدح فيه أن في سنده شريكا القاضي، وليس بالقوي؛ لأن مسلما روى له فهو على شرطه على أن له طريقين آخرين فيجبرهما''۔

اور اس روایت کے زیادہ مضبوط (أثبت) ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حفاظِ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس میں قاضی شریک کی موجودگی (جو کہ قوی راوی نہیں ہیں) اس کی صحت پر قدح نہیں ڈالتی، کیونکہ امام مسلم نے ان سے روایت کی ہے، پس وہ ان کے معیار (شرط) پر ہیں۔ نیز اس حدیث کی دو اور سندیں بھی موجود ہیں جو اس کی [مزید] تقویت کا سبب بنتی ہیں۔(مرقاۃ: ج ۲: ص ۷۲۵)،

(۱۳) امام ابو العباس، ابن الرفعۃؒ (م ۷۱۰ھ) نے ان کے تائید کی ہے۔(کفایۃ التنبیہ: ج ۳: ص ۱۷۹)،

(۱۴) امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا: ''علی شرط مسلم''۔(المستدرک للحاکم: ج ۱: ص ۳۴۹، تحفۃ

المحتاج لابن الملقن: ج۱: ص ۳۱۲)،

(۱۵) حافظ محی الدین، ابو محمد البغویؒ (م ۵۱۶ھ) نے کہا: ''هذا حديث حسن''۔ (شرح السنۃ للبغوی: ج ۳: ص ۱۳۴)،

(۱۶) حافظ حازمیؒ (م ۵۸۴ھ) نے کہا: ''هذا حديث حسن على شرط أبي داود، وأبي عيسى الترمذي، وأبي عبد الرحمن النسائي''۔ (الاعتبار: ص ۷۸)،

(۱۷) مشہور محدث، امام، حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے کہا: ''والجواب أن أحاديثنا أشهر في كتب السنن وأثبت وما ذهبنا إليه أليق بالأدب والخشوع''، اور جواب یہ ہے کہ ہماری احادیث [یعنی سجدہ کرتے وقت پہلے اپنے گھٹنے رکھنے کی احادیث] کتبِ سنن میں زیادہ مشہور اور زیادہ مضبوط (أثبت) ہیں، اور جس مسلک کو ہم نے اختیار کیا ہے، وہ ادب اور خشوع کے زیادہ لائق ہے۔ (التحقیق فی مسائل الخلاف: ج۱: ص ۳۹۰)،

(۱۸) محدث، امام شہاب الدین، فضل اللہ التوربشتیؒ (م ۶۶۱ھ) نے کہا: ''وهو أثبت عندهم من حديث أبي هريرة''، حدیث وائل، محدثین کے نزدیک، ابو ہریرہؓ کی حدیث سے زیادہ مضبوط ہے۔ (المیسر فی شرح مصابیح السنۃ: ج۱: ص ۲۵۱)،

(۱۹) امام شرف الدین الطیبیؒ (م ۷۴۳ھ) نے کہا: ''والأول [أي حديث وائل] أثبت عند أرباب النقل''۔ (شرح الطیبی: ج ۳: ص ۱۰۲۹)،

(۲۰) حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: ''على شرط مسلم''۔ (اعلاء السنن: ج ۲: ص ۷۹)،

(۲۱) حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے کہا:

''وكان صلى الله عليه وسلم يضع ركبتيه قبل يديه، ثم يديه بعدهما، ثم جبهته وأنفه، هذا هو الصحيح الذي رواه شريك، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، عن وائل بن حجر: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه، وإذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه''، نبی کریم ﷺ سجدہ کرتے وقت پہلے اپنے گھٹنے رکھتے، پھر ان کے بعد ہاتھ رکھتے، یہی وہ صحیح روایت ہے جسے شریک نے عاصم بن کلیب سے،

انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے وائل بن حجرؓ سے روایت کیا: نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدہ کرتے تو پہلے اپنے گھٹنے رکھتے، اور جب اٹھتے تو پہلے اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر گھٹنے۔ **(زاد المعاد: ج۱: ص۲۱۵)**،

(۲۲) حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: ''قلت: وشريك هذا قال البيهقي في سننه في باب الرجل يأخذ حقه ممن يمنعه: لم يحتج به أكثر أهل العلم بالحديث. هذا كلامه وهو من رجال مسلم والأربعة (وثقه) ابن معين وغيره. وقال النسائي: لا بأس به. وقال الدارقطني وغيره: ليس بالقوي. وأخرج هذا الحديث الحاكم في مستدركه من هذا الوجه، ثم قال: شريك احتج به مسلم، قال: وكذا عاصم بن كليب قلت: وفيه أيضا مقال قريب كما ستعلمه في الحديث المائة. وأخرجه أيضا من هذا الوجه ابن خزيمة وابن حبان في (صحيحيهما) وابن السكن في (سننه الصحاح)، وقال: إنه (مختلف) فيه. وقال النسائي: لم يقل هذا عن شريك غير يزيد بن هارون. قلت: وهذا لا يقدح في تصحيحه لجلالة يزيد وحفظه. وقال الترمذي: ورواه همام، عن عاصم مرسلا ولم يذكر فيه وائل بن حجر۔

قلت: وهذا لا يقدح فيه أيضا لجلالة همام وثقته، ونهاية ما فيه تعارض الوصل والإرسال، وقد علم ما فيه، ويلزم الترمذي تصحيحه؛ لأنه صحح حديث عاصم عن أبيه، عن وائل: «لأنظرن إلى صلاة النبي - صلى الله عليه وسلم - فلما جلس للتشهد... «الحديث. وادعى الحازمي أن المحفوظ رواية الإرسال، فقال في ناسخه ومنسوخه: هذا حديث حسن على شرط د ت ق أخرجوه في كتبهم من حديث يزيد بن هارون، عن شريك. ورواه همام بن يحيى، عن محمد بن جحادة، عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه مرفوعا. قال همام: ونا شقيق - يعني أبا الليث - عن عاصم بن كليب (عن) أبيه عن النبي - صلى الله عليه وسلم - مرسلا وهو المحفوظ، انتهى كلامه. ويقابل كلامه بأن جماعات من الحفاظ صححوه متصلا كما سلف''۔

میں کہتا ہوں: شریک کے بارے میں امام بیہقی نے اپنی "السنن" میں "باب: آدمی اپنے حق کو اُس سے لے جو اُسے روکتا ہو" میں فرمایا: اکثر اہلِ علم حدیث میں اُس سے (شریک سے) حجت نہیں پکڑتے۔" یہ ان کا قول ہے حالانکہ شریک، مسلم اور سننِ اربعہ کے رجال میں سے ہے، ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے، اور نسائی نے کہا: "اس میں کوئی حرج نہیں، (لا بأس به)، اور دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: وہ قوی نہیں ہے (ليس بالقوي)، اسی سند سے حاکم نے بھی یہ

حدیث مستدرک میں روایت کی، اور پھر فرمایا: شریک سے مسلم نے بھی حجت لی ہے، اور اسی طرح عاصم بن کلیب بھی معتبر ہیں۔

میں کہتا ہوں: عاصم بن کلیب کے بارے میں بھی کچھ کلام (ضعف) موجود ہے، جیسا کہ تم سوویں حدیث کے تحت دیکھو گے۔، اسی سند سے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اسے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے، اور ابن السکن نے سنن الصحاح میں ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ **مختلف فیہ** ہے، نسائی نے کہا: شریک سے یہ (حدیث) صرف یزید بن ہارون نے روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بات اس کے صحیح ہونے پر قدح (اعتراض) نہیں بنتی، کیونکہ یزید بن ہارون جلیل القدر اور حافظ حدیث تھے۔ ترمذی نے کہا: اسے ہمام نے عاصم سے مرسلاً (یعنی بغیر ذکرِ صحابی) روایت کیا ہے، اور اس میں وائل بن حجر کا ذکر نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ بھی اس حدیث پر قدح نہیں بنتا، کیونکہ ہمام جلیل القدر اور ثقہ راوی تھے، اور اس کی حد صرف وصل (متصل روایت) اور اِرسال (مرسل روایت) کے درمیان تعارض (اختلاف) ہے اور اس طرح کا اختلاف معروف ہے، اور امام ترمذی پر لازم آتا ہے کہ وہ اسے صحیح مانیں، کیونکہ انہوں نے **عاصم عن أبیہ عن وائل** کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں آیا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا، پھر جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے..." الخ، الحدیث۔

اور امام حازمی نے دعویٰ کیا کہ مرسل روایت ہی محفوظ ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ناسخ ومنسوخ میں فرمایا: حدیث حسن ہے اور سننِ اربعہ کے شرط پر ہے، اسے ان سب نے اپنی کتابوں میں یزید بن ہارون، عن شریک سے روایت کیا ہے اور ہمام بن یحییٰ نے اسے محمد بن جحادہ، عن عبدالجبار بن وائل، **عن أبیہ** مرفوعاً روایت کیا ہے، ہمام نے کہا: اور ابوالیث (شقیق) نے عاصم بن کلیب سے، انہوں نے اپنے والد سے مرسلاً (یعنی بغیر واسطہ صحابی کے) روایت کیا اور یہی روایت محفوظ ہے، انتہاء

[حافظ حازمیؒ کے] اس کلام کے مقابلے میں یہ ہے کہ حفاظِ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اسے متصل اور صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ **(البدر المنیر: ج ۳: ص ۶۵۶-۶۵۷)**،

یہ پوری تفصیل اس پر دال ہے کہ حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ)، اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(۲۳) محدث، امام بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے کہا: ''مرفوع صحيح ورجاله ثقات''۔ (نخب الافکار: ج ۴: ص ۴۰۰)،

(۲۴) محدث، فقیہ، امام ابن حجر الہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ) نے کہا: ''سنده جيد''۔ (مرقاۃ: ج ۲: ص ۷۲۵)،

(۲۵) محدث ملا علی القاریؒ (م ۱۰۱۴ھ)، امام نوویؒ کے رد میں کہا: ''وقد حسن الترمذي الحديث الذي في الأصل، وصححه الحاكم، وابن حبان، ولا شك أنهم أجل من النووي''۔

اور ترمذی نے اصل حدیث کو حسن قرار دیا ہے، اور حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضرات (ترمذی، حاکم، ابن حبان) نووی سے بڑے و عظیم محدث ہیں۔ (مرقاۃ: ج ۲: ص ۷۲۴)،

(۲۶) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) نے کہا: ''قالوا: وهو أثبت من حديث أبي هريرة - رضي الله عنه''۔ (لمعات التنقیح: ج ۳: ص ۳۳)،

(۲۷) مشہور محقق، محدث، علامہ محمد بن علی النیمویؒ (م ۱۳۳۲ھ) نے کہا: ''فالحديث لا ينحط عن درجة الحسن''، یہ حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۷۱)،

(۲۸) مشہور محدث، امام ظفر احمد بن لطیف احمد العثمانی التھانویؒ (م ۱۳۹۴ھ) نے کہا: ''فحديث وائل أرجح مما روي في هذا الباب من حديث أبي هريرة''، لہذا حدیث وائل، حدیث ابی ہریرہؓ سے راجح ہے۔ (اعلاء السنن: ج ۲: ص ۷۹۷)،

(۲۹) محدث، محمد یوسف البنوریؒ (م ۱۳۹۷ھ) نے کہا: ''فالعمل بحديث وائل أولى''، لہذا حضرت وائلؓ کی حدیث پر عمل اولی ہے۔ (معارف السنن: ج ۳: ص ۳۳)،

(۳۰) شیخ، محدث حسین سلیم اسد الدارانیؒ (م ۱۴۴۳ھ) نے کہا: ''إسناده حسن''۔ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان: ج ۲: ص ۲۰۵، ت الدارانی)،

معلوم ہوا کہ ائمہ کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک، یہ روایت صحیح یا حسن ہے۔

القول الراضی

فی ترجمة

شریک بن عبد اللہ النخعی القاضی۔

شریک بن عبداللہ النخعی القاضیؒ (م ۱۷۷ھ) اکثر ائمہ کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ ان کا حافظہ، قاضی بننے کے بعد، متغیر ہو گیا تھا، اور جن حضرات نے ان سے، ان کے قاضی بننے سے پہلے سماع کیا ہے، ان کا سماع، صحیح ہے اور قاضی شریکؒ (م ۱۷۷ھ) اس وقت میں ثقہ، بلکہ ثبت تھے، چنانچہ ائمہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے کہا: ''شریك ثقة، و هو أحب إلى من أبى الأحوص و جرير''۔
شریکؒ ثقہ ہیں، اور وہ مجھے ابو الاحوصؒ اور جریرؒ سے زیادہ محبوب ہیں۔
ایک اور روایت میں کہا: ''لم يكن شريك عند يحيى بشيء، و هو ثقة ثقة''۔
یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) نزدیک شریک ضعیف ہے، جب کہ ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔
ایک جگہ، ابن معینؒ سے سوال کیا گیا کہ ''شريك أحب إليك فى أبى إسحاق أو إسرائيل؟ قال: شريك أحب إلى و هو أقدم. قلت: شريك أحب إليك فى منصور أو أبو الأحوص؟ فقال: شريك أعلم به''۔
آپ کو ابو اسحاق السبیعی الکوفیؒ کی روایت میں شریک زیادہ محبوب ہیں یا اسرائیل؟، ابن معینؒ نے فرمایا: ''شریک مجھے زیادہ محبوب ہیں، اور وہ (سماع روایت میں) اقدم ہیں، عرض کیا گیا: کیا آپ کو منصور الکوفیؒ کی روایت میں شریک زیادہ محبوب ہیں یا ابو الأحوص؟ فرمایا: شریک ان کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابن معینؒ کے نزدیک، شریکؒ ثقہ ہیں، ثقہ ہیں اور کوفی شیوخ کی روایات میں اعلم ہیں۔

- ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوحنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م ۱۵۰ھ) نے کہا:

''عنده حديث كثير، وهو ثقة فاسمع منه''۔ (کشف الآثار الشریفۃ: ج ۲: ص ۳۹۵)،

- امیر المؤمنین فی الحدیث، امام عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے کہا: ''شريك أعلم بحديث الكوفيين من سفيان الثوري''۔

شریکؒ، کوفی شیوخ کی احادیث کو سفیان الثوریؒ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

* ایک روایت میں کہا: ''كان شريك أحفظ لحديث الكوفيين من سفيان، يعني: الثوري''۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۰: ص ۳۸۷)،

- ثقہ، حافظ، متقن، امام وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۷ھ) نے کہا: ''لم يكن أحد أروى عن الكوفيين من شريك''۔

شریکؒ سب سے زیادہ، کوفی شیوخ سے روایات کرنے والے ہیں۔

* ایک اور روایت میں کہا: ''ما كتبت عن شريك بعد ما ولي القضاء''۔

میں نے شریکؒ سے، قاضی بننے کے بعد، کوئی روایت نہیں لکھی۔ (سیر: ج ۸: ص ۲۰۴)،

یہ قول دال ہے کہ قاضی بننے کے بعد، شریکؒ کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

(۲) امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) نے ان سے روایت لی ہے، چنانچہ امام عمرو بن علی الفلاسؒ (م ۲۴۷ھ) نے کہا: ''وقال عمرو بن علي: كان يحيى لا يحدث عن شريك وكان عبد الرحمن يحدث عنه''۔

(۳) عبدالجبار بن محمد الخطابیؒ (م ۲۰۸ھ) نے کہا: ''زعموا أن شريكا إنما خلط بأخرة''۔

محدثین کی رائے ہے کہ شریک کا اخیر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

- ثقہ، ثبت، حافظ ابونعیم، الفضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) نے کہا: ''لم أكتب عنه بعد القضاء غير حديث واحد''۔

میں نے ایک حدیث کے علاوہ، کوئی دوسری، شریکؒ سے، ان کے قاضی بننے کے بعد نہیں لکھی۔ (سیر: ج ۸: ص ۲۰۴)،

یعنی حافظ ابونعیم الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک، بھی قاضی بننے کے بعد، ان میں حافظہ کی کمزوری ہوگئی تھی۔

- امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے کہا: ''كان ثقة مأمونا كثير الحديث، وكان يغلط''۔

شریکؒ ثقہ، مامون، کثیر الحدیث تھے، اور غلطی بھی کرتے تھے۔

- امام العلل، حافظ علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) نے کہا: ''شريك أعلم من إسرائيل''۔

شریکؒ، اسرائیل سے زیادہ اعلم ہیں۔

* ایک جگہ کہا: ''كان عسرا في الحديث، وإنما كان حديث شريك وقع بواسط، قدم عليهم في حفر نهر، فحمل عنه إسحاق الأزرق وغيره''۔

شریکؒ، حدیث کی اجازت میں بہت سخت تھے، اور شریک کی حدیث کو حاصل کرنے کا موقع واسط میں ہوا، جب وہ وہاں ایک نہر کی کھدائی کے سلسلے میں آئے، تو اس وقت اسحاق الأزرق اور دیگر (محدثین) نے ان سے روایت لکھی۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۰: ص ۳۸۴)،

- امام اہل السنۃ، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا:

''قال عبد الله بن أحمد: سمعتُ أَبي يقول: قال شريك، عن أبي إسحاق. فقال: كان ثبتاً فيه''۔

شریکؒ، ابواسحاق السبیعیؒ کی روایات میں ثبت ہیں۔

* ایک اور روایت میں کہا: ''وشريك في أبي إسحاق أثبت من زهير، وإسرائيل، وزكريا''۔

ابواسحاق السبیعیؒ کی روایات میں شریکؒ، زہیر، اسرائیل اور زکریاؒ سے زیادہ مضبوط ہیں۔

* ایک جگہ کہا: ''قدم شريك إلى واسط في حفر نهر لهم فكتبوا عنه، وسمع من شعبة بواسط''۔

شریک وہاں ایک نہر کی کھدائی کے سلسلے میں، واسط آئے تھے، تو اہل واسط نے روایات لکھی ہے۔

* ایک روایت میں تفصیل سے کہا: ''إسحاق، يعني الأزرق، وعباد بن العوام، ويزيد كتبوا عن شريك بواسط من كتابه، كان قدم عليهم في حفر نهر، قال أحمد: كان شريك رجلاً له عقل، فكان يحدث بعقله. قال أحمد: سماع هؤلاء أصح عنه''۔

اسحاق (یعنی الأزرق)، عباد بن العوام، اور یزید ان تینوں نے شریک سے واسط میں ان کی کتاب سے روایت لکھی، جب وہ (شریک) وہاں ایک نہر کی کھدائی کے سلسلے میں آئے تھے۔

امام احمد (بن حنبل) نے فرمایا: شریک ایک صاحبِ عقل شخص تھے، اور وہ اپنی عقل سے حدیث بیان کرتے تھے، اور امام احمد ہی نے فرمایا: ان حضرات (یعنی اسحاق، عباد، اور یزید) کا سماع، شریک سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔ **(موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله: ج ۲: ص ۱۴۳)**،

- مشہور حافظ الحدیث، ثبت، امام محمد بن یحیی الذہلیؒ (م ۲۵۸ھ) نے کہا: ''كان نبيلا''۔

شریکؒ، شریف آدمی تھے۔

- حافظ ابو الحسن العجلیؒ (م ۲۶۱ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا اور کہا:

''كوفي ثقة، وكان حسن الحديث، وكان أروى الناس عنه إسحاق بن يوسف الأزرق الواسطي''۔

وہ کوفی، ثقہ ہیں، اور ان کی حدیث حسن ہیں، اور ان سے سب سے زیادہ روایت کرنے والے **إسحاق بن يوسف الأزرق الواسطي** تھے۔ **(معرفة الثقات للعجلي: رقم ۷۲۷)**،

* ایک اور جگہ کہا:

''ومن سمع منه قديما فحديثه صحيح، ومن سمع منه بعدما ولي القضاء ففي سماعه بعض الاختلاط''۔

جن نے ان سے قدیماً [قاضی بننے سے پہلے] روایت سنی ہے، تو ان کی حدیث صحیح ہے، اور جس نے ان

قاضی بننے کے بعد سنی، ان کے سماع میں بعض اختلاط ہے۔

- حافظ یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) نے کہا:

''و كان شريك ثقة، مأمونا، كثير الحديث، أنكر عليه الغلط و الخطأ''۔ (سیر: ج ۸: ص ۲۱۳)،

* ایک اور جگہ کہا:

''شريك بن عبد الله ثقة صدوق، صحيح الكتاب، رديء الحفظ مضطربه''۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۰: ص ۳۹۰)،

- امام ابوداود السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے کہا:

''ثقة، يخطيء على الأعمش، زهير فوقه، و إسرائيل أصح حديثا منه، و أبو بكر بن عياش بعده''۔

شریک ثقہ ہیں، اعمشؒ کی روایت میں غلطی کرتے ہیں، زہیر (بن معاویہ) اس سے افضل ہے، اور اسرائیل (بن یونس) کی حدیثیں، اس سے زیادہ صحیح ہیں، جبکہ ابوبکر بن عیاش، اس کے بعد آتے ہیں۔

- حافظ ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''شريك صدوق و هو أحب إلي من أبي الأحوص، و قد كان له أغاليط''۔

شریکؒ صدوق ہیں، اور وہ مجھے ابوالاحوصؒ سے زیادہ محبوب ہیں اور انکی کچھ غلطیاں ہیں۔

* ایک اور جگہ پر کہا:

''ساء حفظه بآخرةٍ''۔

ان کا حافظہ اخیر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ (علل ابن ابی حاتم الرازی: ج ۳: ص ۲۸-۲۹)،

- حافظ یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا:

''ثقة سيىء الحفظ''۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للخزجی: ص ۱۶۵)،

- حافظ ابراہیم الحربیؒ (م ۲۸۵ھ) نے کہا: ''كان ثقة''۔

- مشہور حافظ الحدیث، امام صالح بن محمد الاسدیؒ (م ۲۹۳ھ) نے کہا:

''صدوق، و لما ولی القضاء اضطرب حفظه''۔

شریکؒ، صدوق ہیں، لیکن جب قاضی کا عہدہ سنبھالا، تو ان کا حفظ خراب ہو گیا تھا۔

- شیخ العلل، امام ابوعبدالرحمٰن النسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے کہا: ''لیس به بأس''۔

ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

- مشہور مفسر، محدث، حافظ ابن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) نے کہا: ''کان فقیها عالما''۔

شریکؒ، فقیہ تھے، عالم تھے۔

- حافظ ابوعمر المنتجیلی الصدفیؒ (م ۳۵۰ھ) نے کہا:

''کان صدوقا ثبتا صحیحا في قضائه''۔

وہ صدوق تھے، ثقہ تھے، قضاۃ کے فیصلوں میں صحیح تھے۔

- حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا اور کہا: ''و کان في آخر أمره یخطیء فیما یروي تغیر علیه حفظه فسماع المتقدمین عنه الذین سمعوا منه بواسط لیس فیه تخلیط مثل یزید بن هارون و إسحاق الأزرق و سماع المتأخرین عنه بالکوفة فیه أوهام کثیرة''۔

وہ، اپنی زندگی کے آخری دور میں، غلطیاں کرنے لگا تھے، اس کا حافظہ بدل گیا تھا، پس جن لوگوں نے اس سے ابتدائی زمانے میں سنا، جنہوں نے اس سے واسط (شہر) میں روایت لی، ان کی روایت میں کوئی گڑبڑ نہیں، جیسے یزید بن ہارونؒ اور اسحاق ازرقؒ، لیکن جن لوگوں نے بعد کے زمانے میں کوفہ میں اس سے روایت لی، ان کی روایات میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۶: ص ۴۴۴**)،

* ایک اور جگہ کہا: ''و کان یهم في الاحایین إذا حدث من غیر کتابه''۔

وہ قاضی بننے کے بعد، اپنی کتاب کے بغیر، حافظہ سے، روایت بیان کرتے وقت، ان کو وہم ہوتا تھا۔ (**مشاہیر علماء الامصار: ص ۲۶۹**)،

- حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا:

''و لشريك حديث كثير من المقطوع و المسند. و أضاف: و إنما ذكرت من حديثه و أخباره طرفا منه، و في بعض ما لم أتكلم عليه من حديثه مما أمليت بعض الإنكار، و الغالب على حديثه الصحة و الاستواء، و الذي يقع في حديثه من النكرة إنما أتي فيه من سوء حفظه، لا أنه يتعمد شيئا مما يستحق شريك أن ينسب فيه إلى شيء من الضعف''۔

شریکؒ کے پاس بہت سی مقطوع اور مسند احادیث موجود ہیں، اور میں نے ان کی احادیث و روایات میں سے صرف ایک حصہ ذکر کیا ہے۔

اور جن احادیث پر میں نے کلام نہیں کیا، ان میں سے بعض میں نکارت ہیں، لیکن ان کی احادیث پر عمومی طور پر صحت اور اعتدال غالب ہے۔

اور ان کی احادیث میں جو کچھ منکر آتا ہے، تو وہ محض اس کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ یہ کہ وہ کسی ایسی چیز کا ارادہ کرتے ہے، جس کی بنا پر انکو کسی کمزوری کی طرف منسوب کیا جائے۔ **(ان تمام اقوال کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۴۶۸، تہذیب التہذیب: ج ۴: ص ۳۳۶)**،

- حافظ ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔
- امام ابو عبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا: ''و شريك أحد أركان الفقه و الحديث، و اختلفوا في ثقته''۔

شریکؒ، حدیث اور فقہ کے ایک رکن ہیں اور محدثین کا، ان کی توثیق کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

- حافظ ابو سعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے کہا: ''و كان في آخر أمره يخطئ فيما يروى، تغير عليه حفظه، فسماع المتقدمين عنه الذين سمعوا منه بواسط ليس فيه تخليط، مثل يزيد بن هارون و إسحاق الأزرق، و سماع المتأخرين عنه بالكوفة فيه أوهام كثيرة''۔

وہ، اپنی زندگی کے آخری دور میں، غلطیاں کرنے لگا تھے، اس کا حافظہ بدل گیا تھا، پس جن لوگوں نے اس

سے ابتدائی زمانے میں سنا، جنہوں نے اس سے واسط (شہر) میں روایت لی، ان کی روایت میں کوئی گڑبڑ نہیں، جیسے یزید بن ہارونؒ اور اسحاق ازرقؒ، لیکن جن لوگوں نے بعد کے زمانے میں کوفہ میں اس سے روایت لی، ان کی روایات میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ (**الانساب للسمعانی: ج ۱۳: ص ۶۵**)،

- حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے کہا: ''وهو من كبار العلماء الثقات، إلا أن قوما قدحوا في حفظه''۔

وہ بڑے ثقہ علماء میں سے ہیں، مگر محدثین نے ان کے حافظہ پر اعتراض کیا ہے۔ (**المنتظم لابن الجوزی: ج ۹: ص ۳۰**)،

* اور آگے کہا: ''لما ولي القضاء اضطرب حفظه''۔

جب وہ قاضی بنے، تو اس کا حافظہ متاثر ہو گیا۔ (**المنتظم لابن الجوزی: ج ۹: ص ۳۰**)،

- حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) نے کہا: ''جملة أمره أنه صدوق ولي القضاء فتغير حفظه''۔

شریکؒ کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ وہ صدوق ہیں اور جب وہ قاضی بنے، تو ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

- حافظ ابن خلفون الاندلسیؒ (م ۶۳۶ھ) نے ان ''الثقات'' میں شمار کیا اور کہا: ''تكلم في مذهبه وفي حفظه، وهو ثقة قاله ابن السكري وغيره''۔

شریک کے مذہب اور ان کے حافظہ کے بارے میں کلام کیا گیا ہے جب کہ وہ ثقہ ہیں، یہی بات ابن السکری وغیرہ نے کہی ہے۔ (**ان تمام کے لئے دیکھئے اکمال تہذیب الکمال: ج ۶: ص ۲۴۵-۲۵۳**)،

- حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے کہا: ''وقد كان - رحمه الله - إماما، فقيها، محدثا مكثرا، حسن الحديث''۔

وہ امام، فقیہ، محدث، کثرت روایت کرنے والے اور حسن الحدیث تھے۔ (**طبقات علماء الحدیث: ج ۱: ص ۳۴۳**)،

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا:

''كان شريك حسن الحديث إماما فقيها و محدثا مكثرا ليس هو في الإتقان كحماد بن زيد''۔

شریکؒ، حسن الحدیث، امام، فقیہ، محدث، مکثر تھے، مگر اتقان میں حماد بن زیدؒ وغیرہ کے جیسا نہیں تھے۔(تذکرۃ الحفاظ: ج۱: ص۱۷۰)،

- حافظ ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ) نے کہا:

''شريك بن عبد الله النخعي، قاضي الكوفة. قال يعقوب بن شيبة وغيره: كتبه صحاح، (و حفظه فيه اضطرب)، وقال محمد بن عمار الموصلي الحافظ: شريك كتبه صحاح، فمن سمع منه من كتبه فهو صحيح، قال: ولم يسمع من شريك من كتابه إلا إسحاق الأزرق۔۔۔۔وفرق آخرون بين ما حدث به في آخر عمره بعد ولايته القضاء، فضعفوه، لاشتغاله بالقضاء عن حفظ الحديث، وبين ما حدث به قبل ذلك فصححوه''۔

شریک بن عبداللہ نخعی، کوفہ کے قاضی تھے، یعقوب بن شیبہ اور دیگر نے کہا: ان کی کتاب صحیح تھیں، (لیکن ان کے حافظے میں اضطراب آ گیا تھا)، حافظ محمد بن عمار موصلی نے کہا: شریک کی لکھی ہوئی احادیث صحیح تھیں، پس جس نے ان سے ان کی کتاب سے سنا، اس کی روایت صحیح ہے۔ انہوں نے کہا: اور شریک کی کتاب سے صرف اسحاق ازرق ہی نے سنا ہے۔

اور بعض دیگر علماء نے فرق کیا ہے، ان احادیث کے درمیان جو انہوں نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں قضاء کا منصب سنبھالنے کے بعد بیان کی، ان علماء نے ان کی ان احادیث کو ضعیف قرار دیا، کیونکہ وہ قضاء میں مشغول ہو گئے اور حدیث کو یاد رکھنے سے غافل ہو گئے اور جو احادیث انہوں نے قاضی بننے سے پہلے بیان کیں، ان کو صحیح قرار دیا۔

اور ان دوسری جماعت کی تائید میں حافظ ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ) نے شریکؒ کو ''هم الثقات الذين خلطوا في آخر عمرهم'' ذکر کیا ہے۔(شرح علل الترمذی: ج۲: ص۷۵۹، ۷۶۰، نیز دیکھئے ج۲: ص۷۳۲)،

- ابن حبانؒ کا قول نقل کرنے کے بعد، حافظ سبط ابن العجمیؒ (م۸۴۱ھ) نے کہا:

''وهذا قد تغير حفظه''۔

ابن حبانؒ کا قول، شریکؒ کا اخیر عمر میں حافظہ متغیر ہونا پر دال ہے۔(الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط: ص ۱۷۰)،

* اس کتاب یعنی الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط کے محقق، شیخ علاء الدین علی رضا نے کہا:

''وشريك بن عبد الله النخعي أبو عبد الله صدوق أحتج برواياته الجماعة عدا البخاري فقد روى له في التاريخ ولكن لا يسلم حفظه من الاضطراب والخطأ وقد اجتنب يحيى بن سعيد القطان الرواية عنه وضعفه، ولكن لم يوافقه ابن معين على ذلك. قال: لم يكن شريك عند يحيى القطان بشيء وهو ثقة ثقة. أهـ.

وقد كان شريك فقيهاً عابداً عادلاً فاضلاً وكان شديداً على أهل البدع وقد تغير حفظه واختلط بعد ولايته القضاء فمن سمع منه بعدما ولي القضاء فإنما سمع منه في الاختلاط ومن القدماء الذين سمعوا منه قبل الاختلاط يزيد بن هارون وإسحاق الأزرق كما نص عليه ابن حبان''۔

ابوعبداللہ، شریک بن عبداللہ النخعی، ایک صدوق راوی ہیں، بخاری علاوہ ائمہ نے ان سے احتجاج کیا ہیں، البتہ امام بخاری نے صرف ان کی تاریخ میں روایت نقل کی ہے۔ تاہم، ان کے حافظے میں بعض اوقات اضطراب اور غلطی پائی جاتی تھی۔ یحییٰ بن سعید القطان نے شریک کی روایت سے اجتناب کیا اور انہیں کمزور قرار دیا، مگر ان کے شاگرد، ابن معین نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا کہ یحییٰ القطان کے نزدیک شریک ضعیف ہے جبکہ وہ ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔

شریک ایک فقیہ، زاہد، عادل اور فاضل تھے، اور بدعات والوں کے خلاف سخت موقف رکھتے تھے۔ ان کا حافظہ قاضی بننے کے بعد کمزور اور متغیر ہو گیا تھا۔ جو لوگ ان سے قضاوت کے عہد کے بعد روایت سن کر نقل کرتے ہیں، تو وہ ان کی حالتِ اختلاط میں [ضعیف] روایت نقل کرتے ہیں۔ لیکن جو قدیم حضرات، شریک سے قبل الاختلاط روایت سن چکے تھے، جیسے یزید بن ہارون اور اسحاق الأزرق، ان کا سماع صحیح ہے، جیسا کہ ابن حبان نے تصریح کی

ہے۔(الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط: ص ۱۷۵)،

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا:

''شريك بن عبد الله النخعي القاضي مشهور كان من الاثبات و لما ولي القضاء تغير حفظه''۔

شریک بن عبداللہ القاضی، مشہور ہے، ثبت ہیں، اور جب وہ قاضی بنے، تو ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔(طبقات المدلسین لابن حجر: ص ۳۳)،

* ایک اور جگہ کہا:

''تغير حفظه لما ولي القضاء و سماع من حمل منه قبل ذلك أصح، و منهم الأسود بن عامر''۔

جب وہ قاضی بنے، ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، اور جن حضرات ان کے قاضی بننے سے پہلے، ان سے سماع کیا، ان کا سماع، اصح ہیں، جن میں اسود بن عامر شامل ہے۔(فتح الباری: ج ۴: ص ۴۲۲)،

* نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: ''(هـ) شريك بن عبد الله النخعي''۔(لسان المیزان: ج ۹: ص ۳۲۲)،

اور ''(هـ)'' کے رموز کے بارے میں حافظؒ نے خود کہا: ''و من كتبت قبالته: (صح) فهو ممن تكلم فيه بلا حجة، أو صورة (هـ) فهو مختلف فيه و العمل على توثيقه''۔(لسان: ج ۹: ص ۲۴۷ ت ابوغدۃ)،

- حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے کہا:

''و شَرِيك هو ابن عبد الله النخعي القاضي، احتج به مسلم، و علق له البخاري و وثقه يحيى بن معين، و قال العجلي ثقة حسن الحديث، و قال عيسَى بن يونس مَا رأيت أحدًا قط أوْرَع في علمه من شَرِيك فعَلى هذا يكون تفرده حسنًا''۔

اور شریک، ابن عبداللہ نخعی قاضی ہیں، امام مسلم نے ان کی حدیث سے حجت لی ہے، اور امام بخاری نے ان سے تعلیقاً روایت کی ہے۔ یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، اور عجلی نے کہا ہے: ثقہ ہے اور ان کی حدیث حسن ہے، عیسیٰ بن یونس نے کہا: میں نے علم میں شریک سے زیادہ متقی کسی کو نہیں دیکھا، پس اس بنیاد پر ان کی منفرد روایت

(اگر سند میں اکیلے ہوں) حسن (قابل قبول) شمار کی جائے گی۔ (قوت المغتذي على جامع الترمذي: ج ۲: ص ۱۰۰۹)،

- مشہور محدث محمد بن علی النیموی (م ۱۳۳۲ھ) نے ''امام اسحاق الازرق'' کی روایت میں شریک (م ۱۷۸ھ) کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۳۶)،
- علامہ امیر علی المیلیح آبادی اللکھنوی (م ۱۳۳۷ھ) نے حافظ کی تقریب کے حکم کے تعقب میں کہا:

''حديث في البخاري وعند مسلم في القراءة الصبح، قال الذهبي هو الحافظ الصادق احد الائمة، قال احمد: هو اثبت من زهير في ابي اسحاق فقال يحيى: هو احب من اسرائيل، قال ابو حاتم: هو احب من ابي الاحوص فقال ابو زرعة كثير الحديث يغلط احيانا، فقال رجل: حديث بو اسط بو اطيل، قال له ابو زرعة: لا تقل بو اطيل، وقال ابن معين ويعقوب بن سفيان: ثقة يغلط، وقال النسائي: ليس به باس۔ (تقریب التہذیب مع تعقیب: ص ۲۲۴)،

- حافظ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۳ھ) نے کہا:

''شريك بن عبد الله النخعي من رواة مسلم''۔

اور ان کی روایت کی کو ''على شرط الشيخين'' کہا۔

* ایک اور جگہ کہا: "الرجال كلهم ثقات الا ان في حفظه شريك شيئا وهو من رواة مسلم وو صحح البخاري رواته في خارج الصحيح في باب ابراد الظهر"۔ (العرف الشذي: ج ۱: ص ۲۷۳، ص ۳۱۲، ج ۲: ص ۹۱)،

یعنی معلوم ہوا کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمت اللہ علیہ کے نزدیک بھی شریک بن عبداللہ حسن الحدیث ہے۔

- حافظ انور شاہ کشمیری کے مشہور شاگرد، محدث محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۷ھ) نے کہا:

''شريك وهو ابن عبد الله النخعي ابو عبد الله القاضي الكوفي روي مسلم في صحيحه في المتابعات كما ذكره الذهبي في الميزان والحافظ في التهذيب اخرج له الاربعة وصرحوا بانه تغير

حفظه منذ ولي القضاة بالكوفة وسماع المتقدمين منه صحيح، ليس فيه تخليط''۔

۔(معارف السنن: ج ۳: ص ۲۹)

* ایک اور جگہ کہا:

''شريک بن عبدالله النخعي الكوفي اختلط في آخر عمره لما تولى القضاء''۔(معارف السنن: ج ۳: ص ۴۷۸)،

- محدثِ نبیل، امام اشرف علی التھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) نے کہا: ''شريک الثقة''۔(الثواب الحلي على جامع الترمذي للتهانوي: ج ۱: ص ۴۷۱، طبع مكتبة البشري مع جامع الترمذي)

- مشہور مبلغ، محدث، عالم، شیخ محمد یوسف بن محمد الیاس الکاندھلویؒ (م ۱۳۸۴ھ) نے کہا:

''شريك بن عبد الله النخعي ابو عبد الله الكوفي القاضي من رواه الستة الا البخاري، قال ابن معين: ولم يكن شريك عند يحيى يعني القطان بشيء وهو ثقة ثقة، فقال ايضاً: ثقة الا انه لا يتقن ولا يغلط، ويذهب بنفسه على سفيان والشعبة، فقال العجلي: ثقة وكان حسن الحديث، وقال ابن المبارك: شريك اعلم بحديث الكوفيين من الثوري فقال يعقوب بن شيبة: شريك صدوق ثقة سي الحفظ جدا فقال الجوزجاني: شريك سيء الحفظ مضطرب الحديث مائل وقال النسائي ليس به باس، فقال ابن عدي: وفي بعض ما لم أتكلم عليه من حديثه مما أمليت بعض الإنكار، والغالب على حديثه الصحة والاستواء، والذي يقع في حديثه من النكرة إنما أتى فيه من سوء حفظه۔

لا أنه يتعمد شيئا مما يستحق شريك أن ينسب فيه إلى شيء من الضعف، وقال ابن سعد كان ثقه مامونا كثير الحديث وكان يغلط، وقال ابراهيم الجوهري: اخطا في اربع مئه تحديث وقال ابراهيم الحربي: كان ثقة، وقال ابن حبان في الثقات: ولي القضاء بواسط سنة خمس وخمسين ومئة، ثم ولي الكوفة بعد ومات بها سنة سبع أو ثمان وثمانين، وكان في آخر أمره يخطيء فيما روى، تغير عليه حفظه، فسماع المتقدمين منه ليس فيه تخليط، وسماع المتأخرين منه بالكوفة فيه أوهام كثيرة''۔(اماني

الاحبار: ج۱: ص۱۰)

* ایک اور جگہ انہوں نے ''امام اسحاق الازرقؒ'' کی روایت میں شریکؒ (م ۱۷۸ھ) کو ثقہ مانا ہے۔ **(امانی الاحبار: ج۳: ص۱۴۳)**،

- مشہور فقیہ، محدث، محقق ظفر احمد بن لطیف احمد التھانوی العثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) نے کہا:

''وهو من رجال مسلم ثقة مختلف فيه شيء في حفظه''۔ **(اعلاء السنن: ج۶: ص۲۸۳۲)**،

- حافظ انور شاہ کشمیریؒ کے داماد، محقق، محدث سید احمد رضا بجنوریؒ (م ۱۴۱۸ھ) نے کہا:

امام شریک بن عبداللہ الکوفیؒ (م ۱۷۸ھ)، محدث فقیہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت رہے۔۔۔امام مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی رحم اللہ علیہم نے آپ سے تخریج کی، پہلے شہر واسط کے پھر کوفہ کے قاضی بنے، بڑے عابد، عادل، صدوق اور اہل بدعت وہوا، پر سخت گیر تھے۔ **(انوار الباری: ج۱: ص۱۵۴)**،

- محدثِ عصر نا، مفتی محمد تقی العثمانی حفظہ اللہ نے کہا:

قاضی شریک بن عبداللہ کی عدالت میں کوئی کلام نہیں، بلکہ کوفہ میں قاضی بننے کے بعد، ان کا حافظہ میں تغیر ہو گیا تھا، اس لئے انھیں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ **(درس الترمذی: ج۱: ص۱۹۸)**،

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ

- شریکؒ (م ۱۷۸ھ) قاضی بننے سے پہلے ثقہ، بلکہ بقول ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کے، ثبت تھے۔
- مگر قاضی بننے کے بعد، ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے، ان پر کلام کیا گیا اور ان کو ضعیف قرار دیا گیا۔
- لیکن قدیم حضرات جنہوں نے ان سے، ان کے قاضی بننے سے پہلے سماع کیا، مثلاً اسحاق الازرقؒ، یزید بن ہارونؒ، عباد بن العوامؒ، وکیعؒ، اسود بن عامر، ابونعیم وغیرہ نے، ان کی روایت صحیح اور اختلاط سے پاک ہے۔
- ائمہ کے نزدیک، شریکؒ کی کتابیں صحیح ہیں۔

- اور بالخصوص اسحاق الازرقؒ، یزید بن ہارونؒ، عباد بن العوامؒ وغیرہ نے شریکؒ کی کتاب سے روایت نقل کی ہیں۔

لہذا شریکؒ کو ضعیف کہنا مرجوح ہے اور راجح یہی ہے کہ جن حضرات نے، ان سے ان کے قاضی بننے سے پہلے سماع کیا، ان کا سماع اور روایت صحیح ہے، واللہ اعلم۔

یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کی جرح اور اس کا جواب:

بعض حضرات نے یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کی جرح ذکر کے، شریکؒ کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے:

روى علي عن يحيى بن سعيد تضعيفه جدا۔

وقال ابن المثنى: ما رأيت يحيى ولا عبد الرحمن حدثا عن شريك شيئا۔

وروى محمد بن يحيى القطان عن أبيه قال: رأيت تخليطا في أصول شريك۔

وقال عبد الجبار بن محمد: قلت ليحيى بن سعيد: زعموا أن شريكا إنما خلط بأخرة! قال: ما زال مخلطا۔

علی بن المدینی نے کہا: یحیی بن سعید نے انکو بہت زیادہ ضعیف کہا۔

ابن المثنی نے کہا: یحیی بن سعیدؒ نے ان سے کوئی روایت بیان نہیں کی۔

یحیی بن سعید القطانؒ کا بیان ہے کہ میں شریک کے اصول میں غلطی دیکھی۔

یحیی بن سعیدؒ سے کہا گیا کہ محدثین کی رائے ہے کہ شریک اخیر عمر میں مختلط ہو گئے تھے، تو انہوں نے کہا: کہ

وہ پوری عمر ہی مختلط تھے۔(میزان: ج۲: ص۲۷۰)،

الجواب:

اول تو یحیی بن سعید القطانؒ کا شریکؒ کو ''ضعیف جدا'' کہنے کا تعلق، ان کی حالاتِ اختلاط کی روایات سے ہے، چنانچہ امام یحیی بن سعید القطانؒ (م۱۹۸ھ) نے کہا: ''قدم شريك مكة، فقيل لي: لو أتيته؟ فقلت: لو كان بين يدي ما سألته عن شيء، و ضعف حديثه جدا، قال يحيى: أتيته بالكوفة فإذا هو لا يدري''۔

شریک (بن عبداللہ) مکہ آئے، تو مجھ سے کہا گیا: کیوں نہ تم ان کے پاس جاؤ؟ میں نے کہا: اگر وہ میرے سامنے بھی ہوں، تب بھی میں ان سے کچھ نہ پوچھوں، کیونکہ ان کی حدیث بہت کمزور ہے۔ یحییٰ نے کہا: میں ان کے پاس کوفہ میں گیا، تو دیکھا کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔(تاریخ بغداد: ج۱۰: ص۳۸۹-۳۹۰)، غور فرمائیں! شریکؒ سے یحیی بن سعید القطانؒ نے کوفہ میں ملاقات کی، جبکہ کوفہ میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، (دیکھئے ص:)،

اور بحث تو ان کی قبل تغیر الحفظ، واسط میں بیان کی جانی والی روایات پر ہے، لہذا اس جرح سے شریکؒ کی قبل تغیر الحفظ والی روایت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دوم امام یحیی بن سعید القطانؒ (م۱۹۸ھ) نے کہا: ''أحدث عن شريك أعجب إلي من أن أحدث عن موسى بن عبيدة''۔

میرے نزدیک شریک سے روایت کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، بنسبت موسیٰ بن عبیدہ سے روایت کرنے کے۔(کتاب علی بن المدینی بحوالہ اکمال تہذیب الکمال: ج۶: ص۲۵۱)،

موسی بن عبیدہؒ کے بارے میں خود امام یحیی بن سعید القطانؒ کی رائے ہے کہ ان کی احادیث نہ لکھی جائے۔(سؤالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة لعلي بن المديني: رقم ۱۴۵)،

اس اعتبار سے بھی، یحیی بن سعید القطانؒ کے نزدیک، شریکؒ کو مطلقاً ضعیف جدا کہنا مرجوح ہے۔

سوم ''رأيت تخليطا في أصول شريك'' کی روایت صحیح سند، راقم کو نہیں ملی، لہذا اس سے استدلال محل نظر ہے، نیز ''أصول شريك'' کی وضاحت بھی مطلوب ہے، نیز امام یحیی بن سعید القطانؒ کا، شریکؒ کو ''ما زال مخلطا''

کہنا بھی مضر نہیں، کیونکہ ان کا سماع ہی، شریکؒ سے، ان کے حافظہ کے متغیر ہونے کے بعد ہوا ہے، اس لحاظ سے ان کی جرح مضر نہیں۔

چہارم ائمہ کے نزدیک، امام صاحبؒ، جرح میں متشدد بھی ہیں، چنانچہ اسی جرح کے جواب میں حافظ ابن شاہینؒ (م ۳۹۵ھ) نے کہا: ''وهذا القول من يحيى بن سعيد القطان في شريك يحتمل حالة توجب تركه، لأن يحيى بن سعيد كان شديد الأخذ، وأما قول يحيى بن معين في ثقته فهو كما قال''۔ (المختلف فيهم: ص ۳۸)،

الغرض خلاصہ یہ کہ

یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کے نزدیک، شریکؒ (م ۱۷۸ھ) ضعیف ہے، مگر ''ضعیف جدا'' نہیں۔

نیز ''رأيت تخليطا في أصول شريك'' والی روایت بھی ثابت نہیں ہے اور چونکہ ان کا سماع، شریک سے حالتِ اختلاط میں ہوا، اس لحاظ سے ان کا، شریکؒ کو ''مازال مخلطا'' کہنا بھی مضر نہیں ہے۔

اور وہ جرح بھی متشدد میں بھی ہے، جس کی صراحت کئی ائمہ نے کی ہے، اس وجہ سے، ان کا قول، شریکؒ کے معاملہ میں نہیں لیا جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ ان کے خاص شاگرد، امام الجرح والتعدیل، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، اپنے شیخ سے، اختلاف کرتے ہوئے، شریکؒ کو ''ثقة، ثقة'' قرار دیا ہے، کما مر۔

ایک اعتراض:

فتح الودود فی کیفیة الهوی الی السجود کے مصنف اور مقبل بن ہادی الوداعی کے شاگرد، شیخ ابوعبیدۃ، عبدالرحمٰن الزاوی حفظہ اللہ نے کہا:

مجرد التنصيص على السماع من الكتاب لا يدل على صحة، الا اذا ثبت صحة ما في الكتاب ولا يستقيم القول به في هذا الوضع وذلك لامور:

الاول: كلام يحيى بن سعيد القطان: نظرت في اصول شريك تخليطا وفي موضع: نظرت في

اصول شريك فاذا الخطأ في اصوله، فقال في موضع: ما زال مختلطا وبكل حال فهو سيئ الحفظ وكثير الوهم۔

فهذا الجرح من يحيى بن سعيد مفسر فيه زيادة علم على كلام غيره من الائمة يقتضي منه رد حديث شريك ورده توثيق من وثقه وما كان من الثناء عليه فلدينه وعدالته لا لروايته وضبطه-

محض کتاب سے سماع (سن کر روایت کرنا) کا ذکر کر دینا صحتِ روایت پر دلالت نہیں کرتا، جب تک کہ کتاب کے اندر جو کچھ ہے، اس کی صحت ثابت نہ ہو۔ اور اس مقام پر اس قول کو درست قرار دینا ممکن نہیں، چند وجوہات کی بنا پر:

پہلی وجہ: یحییٰ بن سعید القطان کا یہ کلام ہے: میں نے شریک کی اصل کتابوں (اصول) کو دیکھا تو ان میں اختلاط تھی، اور ایک جگہ کہا: میں نے شریک کی اصل کتابوں کو دیکھا تو ان میں غلطیاں تھیں،

اور ایک جگہ فرمایا: وہ ہمیشہ سے مختلط رہے ہیں، بہر حال، وہ کمزور حافظہ والا اور بہت زیادہ وہم میں پڑنے والا راوی تھا،

تو یہ جرح یحییٰ بن سعید کی طرف سے واضح اور مفصل ہے، جس میں دوسرے ائمہ کے کلام پر زیادتی موجود ہے، اور یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ شریک کی حدیث کو رد کر دیا جائے، اور جس نے اس کی توثیق کی ہے، اس کی توثیق کو بھی رد کر دیا جائے۔ اور جو اس کی تعریف کی گئی ہے، وہ اس کے دین و دیانت اور عدالت کی بنیاد پر ہے، نہ کہ اس کی روایت اور ضبط کی بنیاد پر۔ **(ص ۱۴)**،

الجواب:

اولاً امام یحیی بن سعید القطانؒ **(م ۱۹۸ھ)** کا کلام "رأيتُ تخليطا في أصول شَرِيك"، ان سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، ابن عدیؒ کی سند میں عمر بن محمد الوکیل کی توثیق نہیں ملی۔ **(ذیل تاریخ بغداد طبع مع تاریخ بغداد: ج ۲۰: ص ۱۲۲، الکامل لابن عدی: ج ۵: ص ۱۰)**،

لہذا اس قول کی بنیاد پر، شریکؒ کی کتاب کو عدم صحیح قرار دینا باطل و مردود ہے۔

دوم جب کہ ائمہ محدثین کے نزدیک، شریکؒ کی کتاب صحیح ہیں، چنانچہ

- مشہور محدث، امام، ناقد، حافظ، محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلیؒ (م ۲۴۲ھ) نے کہا:

''شريك كتبه صحاح, فمن سمع منه من كتبه فهو صحيح قال: ولم يسمع من شريك من كتابه إلا من إسحاق الأزرق''۔

شریکؒ کی کتابیں صحیح ہیں، جس نے ان سے، ان کی کتابیں سے سماع کیا، ان کی روایت صحیح ہوگی، مگر شریکؒ کی کتاب سے، اسحاق الازرق کے علاوہ کسی اور نے سماع نہیں کیا۔ (الکفایۃ: ص ۲۲۳)،

- حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اس قول کو

''باب في أن المسيء الحفظ لا يعتد من حديثه إلا بما رواه من أصل كتابه''۔

''باب کمزور حافظے والے راوی کی حدیث کا اعتبار صرف اسی روایت میں کیا جائے گا جو اس نے اپنی اصل کتاب سے بیان کی ہو'' میں ذکر کیا ہے۔ (الکفایۃ فی علم الروایۃ: ص ۲۲۳)،

یعنی معلوم ہوا کہ خطیبؒ کے نزدیک، شریکؒ ضعیف ہے، مگر ان کی کتاب صحیح ہے اور جو ان سے، کتاب کے ذریعہ سے روایت نقل کرے گا، تو تب شریکؒ کی روایت کا اعتبار ہوگا۔

- حافظ یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) نے کہا:

''شريك بن عبد الله ثقة صدوق، صحيح الكتاب، رديء الحفظ مضطرب''۔

شریک بن عبداللہؒ ثقہ، صدوق ہیں، ان کی کتاب صحیح ہے، مگر ان کا حافظہ برا اور مضطرب ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۰: ص ۳۹۰)،

- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے کلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا:

إسحاق -يعني: الأزرق- وعباد ابن العوام ويزيد كتبوا عن شريك بواسط من كتابه, كان قدم عليهم في حفر نهر.

قال أحمد: كان شريك رجلًا له عقل، فكان يحدث بعقله۔

قال أحمد: سماع هؤلاء أصح عنه - يعني: سماع أهل واسط۔

سمعت أحمد يقول: كأن حديث أهل واسط عن شريك لا يشبه حديث شريك۔

اسحاق (یعنی اسحاق الأزرق)، عباد بن العوام اور یزید (بن ہارون رحم اللہ علیہم) نے واسط میں شریکؒ سے اس کی کتاب سے حدیثیں لکھی تھیں، جب وہ ان کے پاس ایک نہر کھودنے کے سلسلے میں آئے تھے۔

شریک ایک عقل مند آدمی تھے، تو وہ اپنی عقل سے حدیث بیان کرتے تھے۔

اور امام احمدؒ نے کہا: ان (یعنی اہلِ واسط) کا سماع اس سے زیادہ صحیح ہے، گویا واسط کے لوگوں کی شریک سے روایت کردہ حدیثیں، شریک کی عام حدیثوں جیسی نہیں لگتیں۔ (**سؤالات ابی داود: رقم ۴۳۹، مسائل ابی داود: رقم ۱۹۹۲** بحوالہ الجامع لعلوم الإمام أحمد - الرجال: ج ۱۷: ص ۲۹۹)،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے نزدیک بھی، ان کی کتاب سے مروی روایات صحیح ہے۔

- حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) نے بھی کہا:

''قال يعقوب بن شيبة وغيره: كتبه صحاح، (وحفظه فيه اضطراب) وقال محمد بن عمار الموصلي الحافظ: شريك كتبه صحاح). فمن سمع منه من كتبه فهو صحيح، قال: ولم يسمع من شريك من كتابه إلا إسحاق الأزرق، وقد قيل: إن أصوله كان فيها الخطأ، فذكر محمد بن يحيى (بن) سعيد القطان، عن ابيه، قال: نظرت في كتب شريك فإذا الخطأ في أصوله''۔

امام یعقوب بن شیبہ اور دیگر (ائمہ) نے کہا: شریکؒ کی کتابیں درست صحیح تھیں، لیکن ان کے حافظہ میں اضطراب تھا اور محمد بن عمار الموصلی الحافظ نے کہا: شریک کی کتابیں صحیح تھیں، لہٰذا جس نے اس سے اس کی کتاب سے سنا، اس کی روایت صحیح ہے، انہوں نے کہا: شریکؒ کی کتاب سے صرف اسحاق الأزرق نے سنا ہے۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ اس کی اصل کتابوں (أصول) میں غلطی تھی۔ چنانچہ محمد بن یحییٰ نے اپنے والد (یحییٰ بن

سعید القطان) سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: میں نے شریکؒ کی کتابوں کو دیکھا تو اس کی اصل کتابوں میں بھی غلطی پائی۔ (شرح علل الترمذی: ج ۲: ص ۷۵۹-۷۶۰)۔

غور فرمائیں! حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) نے جب کہا ''وقد قيل: إن أصوله كان فيها الخطأ'' تو صیغہ تمریض سے نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی شریکؒ کی کتابوں کا صحیح ہونا ہی راجح ہے۔

- ہمارے زمانے کے مشہور محدث، ناقد، الدکتور ماہر یاسین الفحل حفظہ اللہ نے کہا:

''وَكَانَ هناك رواة، لَهُمْ كتب صحيحة متقنة وفي حفظهم شيء وهؤلاء كانوا أحياناً إذا حدثوا من حفظهم غلطوا وإذا حدثوا من كتابهم أصابوا، وهذا أمر أولاه العلماء عناية؛ لأن فِيهِ مزيد ضبط في رِوَايَة هَذَا الرَّاوِي خاصة، ومن الأمثلة عَلَى ذَلِك شريك القاضي وَهُوَ شريك بن عَبْد الله النخعي، الكوفي، القاضي بواسط''۔

اور کچھ ایسے راوی بھی تھے، جن کے پاس صحیح اور پختہ کتابیں موجود تھیں، لیکن ان کے حفظ میں کچھ کمی تھی، یہ راوی کبھی کبھی جب اپنی یادداشت سے روایت کرتے تو غلطی کر جاتے، اور جب کتاب سے روایت کرتے تو درست روایت کرتے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے محدثین نے خاص اہمیت دی ہے، کیونکہ اس میں خاص طور پر اس راوی کی روایت میں مزید ضبط کا پہلو موجود ہوتا ہے، اس کی مثالوں میں سے ایک شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی ہیں۔ (بحوث فی المصطلح للفحل، نیز أثر اختلاف الأسانید والمتون في اختلاف الفقهاء: ص ۲۹)۔

- اسی طرح، مشہور محقق، محدث عبداللہ بن یوسف الجدیع حفظہ اللہ نے بھی کہا:

''إذا كان الراوي المعروف بسوء الحفظ رجع إلى كتاب صحيح، فكان يحدث من كتابه، فحديثه من الكتاب صحيح، ويرد من حديثه ما كان حدث به من حفظه، وذلك مثل (شريك بن عبد الله القاضي)، فقد كان كثير الحديث جداً، لكنه سيء الحفظ، وحديثه القديم صحيح مطلقاً، أما ما لم يتبين منه فهو ضعيف لسوء حفظه، إلا ما كان من كتابه فهو صحيح''۔

اگر کوئی راوی جو سوء حفظ (یادداشت کی کمزوری) کے ساتھ معروف ہو، وہ اپنی صحیح کتاب کی طرف رجوع

کرے اور اپنی روایت اسی کتاب سے بیان کرے، تو اس کی وہ روایت جو کتاب سے ہو، صحیح ہوگی، اور جو روایت اس نے اپنی یادداشت سے بیان کی ہو، وہ رد کر دی جائے گی۔

اس کی مثال (شریک بن عبداللہ القاضی) ہے، وہ بہت زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے تھا، لیکن کمزور حافظے والے تھے۔ ان کی قدیم روایات مطلق طور پر صحیح ہیں، لیکن وہ روایات جن کا حال معلوم نہ ہو، وہ اس کے سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف شمار ہوں گی، سوائے ان روایات کے جو اس کی کتاب سے مروی ہوں، کیونکہ وہ صحیح ہوتی ہیں۔ (**تحریر علوم الحدیث: ج۱: ص ۴۴۰**)،

لہذا اس ثابت شدہ امر کے خلاف، شریکؒ کی کتابوں کو غیر صحیح کہنا باطل ہے۔

سوم امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کے دیگر اقوال، شریکؒ کے کتابوں کو غیر صحیح قرار دینے کے سلسلے میں واضح نہیں ہے، لہذا اس سے، شریکؒ کی توثیق پر ضرب نہیں پڑتی۔

چہارم امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کے مشہور تلامذہ، جن کے اقوال الجرح والتعدیل کے فن میں مقبول ہیں، ان حضرات نے بھی شریکؒ کے سلسلے میں اپنے شیخ یعنی امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) سے مخالفت کی ہیں، چنانچہ

(۱) امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے کہا: ''**لم یکن شریك عند یحیی بشیء، و هو ثقة ثقة**''۔

یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) نزدیک شریک ضعیف ہے، جب کہ ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔

دیکھئے امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام یحیی القطانؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، مگر انہوں نے اپنے شیخ کے خلاف، شریکؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۲) امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) نے ان سے روایت لی ہے، چنانچہ امام عمرو بن علی الفلاسؒ (م ۲۴۷ھ) نے کہا: ''**و قال عمرو بن علی: کان یحیی لا یحدث عن شریك و کان عبد الرحمن یحدث عنه**''۔

(۳) امام العلل، حافظ علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) نے کہا: ''**شریك أعلم من إسرائیل**''۔

شریکؒ، اسرائیل سے زیادہ اعلم ہیں۔

* ایک جگہ کہا: ''كان عسرا في الحديث، وإنما كان حديث شريك وقع بواسط، قدم عليهم في حفر نهر، فحمل عنه إسحاق الأزرق وغيره''۔

شریکؒ، حدیث کی اجازت میں بہت سخت تھے، اور شریک کی حدیث کو حاصل کرنے کا موقع واسط میں ہوا، جب وہ وہاں ایک نہر کی کھدائی کے سلسلے میں آئے، تو اس وقت اسحاق الأزرق اور دیگر (محدثین) نے ان سے روایت لکھی۔ (تاریخ بغداد: ج۱۰: ص ۳۸۴)،

* نیز انہوں نے ایک جگہ شریکؒ کی روایت کا اعتبار کر کے، اس کی تعریف فرمائی۔ (العلل لابن المدینی: ص۱۰۰-۱۰۱)، لہذا ان کے نزدیک بھی، شریکؒ (م۱۷۸ھ) مقبول ہیں۔

(۴) مشہور محدث، امام، ناقد، حافظ، محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلیؒ (م۲۴۲ھ) نے کہا:

''شريك كتبه صحاح، فمن سمع منه من كتبه فهو صحيح قال: ولم يسمع من شريك من كتابه إلا من إسحاق الأزرق''، شریکؒ کی کتابیں صحیح ہیں، جس نے ان سے، ان کی کتابیں سے سماع کیا، ان کی روایت صحیح ہوگی، مگر شریکؒ کی کتاب سے، اسحاق الازرق کے علاوہ کسی اور نے سماع نہیں کیا۔ (الکفایۃ: ص ۲۲۳)،

(۵) امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) نے کہا:

إسحاق -يعني: الأزرق- وعباد ابن العوام ويزيد كتبوا عن شريك بواسط من كتابه، كان قدم عليهم في حفر نهر۔

قال أحمد: كان شريك رجلًا له عقل، فكان يحدث بعقله۔

قال أحمد: سماع هؤلاء أصح عنه -يعني: سماع أهل واسط۔

سمعت أحمد يقول: كأن حديث أهل واسط عن شريك لا يشبه حديث شريك۔

اسحاق (یعنی اسحاق الأزرق)، عباد بن العوام اور یزید (بن ہارون رحم اللہ علیہم) نے واسط میں شریکؒ سے اس کی کتاب سے حدیثیں لکھی تھیں، جب وہ ان کے پاس ایک نہر کھودنے کے سلسلے میں آئے تھے۔

شریک ایک عقل مند آدمی تھے، تو وہ اپنی عقل سے حدیث بیان کرتے تھے۔

اور امام احمدؒ نے کہا: ان (یعنی اہلِ واسط) کا سماع اس سے زیادہ صحیح ہے، گویا واسط کے لوگوں کی شریک سے روایت کردہ حدیثیں، شریک کی عام حدیثوں جیسی نہیں لگتیں۔ (**سؤالات ابی داود: رقم ۴۳۹، مسائل ابی داود: رقم ۱۹۹۲** بحوالہ **الجامع لعلوم الإمام أحمد - الرجال**: ج ۱۷: ص ۲۹۹)۔

یہ یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کے ''۵'' شاگرد ہیں، جن کا قول جرح وتعدیل میں حجت ہے، مگر قابل غور بات یہ ہے کہ ان ''۵'' شاگردوں میں سے کسی نے بھی شریک بن عبداللہ کی روایت کو ''مطلقا'' ضعیف نہیں کہا، اور وجہ معلوم ہے کہ یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) متشدد ہیں، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن شاہینؒ (م ۳۹۵ھ) نے کہا: ''**وهذا القول من يحيى بن سعيد القطان في شريك يحتمل حالة توجب تركه، لأن يحيى بن سعيد كان شديد الأخذ، وأما قول يحيى بن معين في ثقته فهو كما قال**''۔ (**المختلف فيهم: ص ۳۸**)۔

لہذا قارین غور فرمالیں! شریکؒ کی تضعیف میں، یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) کا ساتھ نہ ان کے شاگردوں نے دیا بلکہ جمہور ائمہ نے بھی شریک رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے جن کی تعداد تقریبا ''۴۰'' ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، (**دیکھئے ص ۱۵**)، لہذا ان سب کو نظر انداز کر کے محض یحیی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ) کے قول کو ترجیح دے کر، شریکؒ کی تضعیف کرنا انصاف کا تقاضا نہیں ہے۔

<u>شریک بن عبداللہ القاضی کا ''عنعنہ''، محدثین کی نظر میں:</u>

- حافظ صلاح العلائیؒ (م ۷۶۲ھ) نے کہا: ''**أنه كان يدلس لكنه مقل عنه**''۔ (**جامع التحصیل: ص ۱۹۶**)،
- حافظ ابوزرعۃ، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) نے کہا: ''**وليس تدليسه بالكثير**''۔ (**کتاب المدلسین للعراقی: ص ۵۸، رقم ۲۸**)،
- یہی بات حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) نے بھی کہی ہے۔ (**التبیین لاسماء المدلسین: ص ۳۳**)،
- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو مدلسین کے دوسرے طبقے میں شمار کیا اور کہا: ''**وكان يتبرأ من**

التدلیس ''۔

وہ تدلیس سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔(طبقات المدلسین :ص ۳۳)،

- حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے کہا:

''کان قلیل التدلیس ''۔(اسماء المدلسین :ص ۵۸)،

لہذا ان کا عنعنہ ،ائمہ محدثین کے نزدیک مقبول ہے،لہذا بعض الناس کا،ان کی ''عنعنہ'' پر اعتراض بھی مردود ومرجوح ہے۔

خلاصہ:

- شریکؒ (م ۱۷۹ھ) قبل تغیر الحفظ ،ثقہ، بلکہ ثبت تھے،جن حضرات نے ان سے ان کے قاضی بننے سے پہلے روایت لی ہے،ان کا سماع صحیح وجید ہے۔

شریکؒ (م ۱۷۹ھ) کی کتاب بھی صحیح ہے اور واسط میں،جن حضرات نے شریکؒ سے روایت لی ہے،ان کی روایات،شریکؒ کی کتاب سے منقول ہے،جن میں حافظ یزید بن ہارون الواسطیؒ (م ۲۰۶ھ) بھی شامل ہے،لہذا ان حضرات کی روایت شریکؒ کے سلسلے میں اصح اور اثبت ہوگی۔

اور زیر بحث روایت میں شریکؒ کے شاگرد،حافظ یزید بن ہارون الواسطیؒ (م ۲۰۶ھ) موجود ہے، جو کہ شریکؒ کے قدیم السماع شاگرد ہے اور ان کی مرویات بھی شریکؒ کی کتاب سے لی گئی ہے،کما مر۔

لہذا یہاں اس روایت میں شریکؒ (م ۱۷۹ھ) ثقہ ہیں اور اس میں شریکؒ کی تضعیف کرنا مرجوح ومردود ہے ،واللہ اعلم

[جاری ہے۔۔۔۔]

ائمہ محدثین وائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک،
امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا ''حافظہ'' جید اور مضبوط تھا۔ [قسط ۱]

-مولانا نذیر الدین قاسمی حفظہ اللہ

ائمہ محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک، ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا ''حافظہ'' جید اور مضبوط تھا، چنانچہ اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) ثقہ، مجتہد، حافظ الحدیث، امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ

''وکان واللہ حسن الفهم، جيد الحفظ''۔

قسم بخدا وہ بہترین فہم اور جید الحفظ تھے۔ (**اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری: ص ۲۳، نیز دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۴۲**)، [۱]

(۲) ثقہ، ثبت، امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''طلبت مع أبي حنيفة الحديث، فغلبنا [وفي رواية فغلبنا بحفظه]۔۔۔۔''۔

میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حدیث طلب کی، تو وہ ہم پر حفظِ روایت کے سلسلے میں غالب رہے۔ (**کتاب تحفۃ السلطان لابن کاس بحوالہ مناقب ابی حنیفۃ للذہبی: ص ۴۳، نیز دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۰: ص ۳۹**،

---

[۱] اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری کی سند میں احمد بن محمد بن المغلس پر کلام ہے، مگر فضائل ابی حنیفۃ لابن ابی العوام کی سند میں موجود، صدوق راوی، محمد بن حماد بن بن المبارک المصیصی، ان کے متابع میں موجود ہے، (**مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۳۷**)، لہذا یہاں احمد بن محمد بن المغلس پر کلام فضول ہے۔

مناقب الامام ابی حنیفۃ للدینوری: ص ۹۴)،

اب ''جو''، ثقہ، ثبت، امام مسعرؒ (م ۱۵۵ھ) وغیرہ پر حدیث کے سلسلے میں حافظہ کی وجہ سے غالب تھے، کیا وہ سوء الحفظ ہونگے؟؟؟

(۳)　ثقہ، امام، اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاقؒ (م ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ

''نعم الرجل النعمان ما كان أحفظه لكل حديث فيه فقه وأشد فحصه عنه وأعلمه بما فيه من الفقه وكان قد ضبط عن حماد فأحسن الضبط عنه''۔

نعمان کتنے اچھے شخص ہیں، ایسی حدیث جس میں فقہ ہو، اسے خوب یاد رکھنے والے، اس (حدیث) کی بہت جانچ پڑتال کرنے والے، اور اس میں موجود فقہ کو بہت جاننے والے ہیں، انہوں نے (امام) حمادؒ سے (روایات) محفوظ کیا، اور بہترین محفوظ کیا۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری: ص ۲۳، فضائل ابی حنیفۃ: ص ۱۵۱)،[۱]

(۴)　مشہور فقیہ، حافظ الحدیث، امیر المومنین فی الحدیث، امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''إن كان أبو حنيفة يركب في العلم أحد من سنان الرمح كان والله شديدا لأخذ للعلم ذابا عن المحارم متبعا لأهل بلده لا يستحل أن يأخذ إلا بما يصح عنده من الآثار عن النبي صلى الله عليه وسلم شديد المعرفة بناسخ الحديث ومنسوخه وكان يطلب أحاديث الثقات والآخر من فعل النبي صلى الله عليه وسلم وما أدرك عليه عامة العلماء من أهل الكوفة في اتباع الحق أخذ به وجعله دينه قد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر الله تعالى منه بل قد كانت منا اللفظة بعد اللفظة قال قلت أرجو ان يغفر الله تعالى لك ذلك''۔

بے شک امام ابوحنیفہؒ قرآن وحدیث کے علم کے معاملہ میں نیزے کی نوک سے بھی تیز دھار پر سوار ہوتے، واللہ وہ علم کے شدید حاصل کرنے والے، قابل احترام چیزوں کا دفاع کرنے والے، اپنے اہل شہر (کے علماء) کی اتباع

---

[۱]　یہ روایت حسن ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۳۶)،

کرنے والے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہیں احادیث کو لیتے جو آپ کے نزدیک صحیح ہوتیں، ناسخ ومنسوخ احادیث کو خوب جانتے تھے، آپ ثقات کی احادیث، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کو تلاش کرتے، اور حق کی اتباع میں علماء اہل کوفہ کی اکثریت جس پر ہوتی اسی کو آپ لیتے اور اس کو اپنا دین بنا لیتے، کچھ لوگوں نے آپ پر طعن وتشنیع کی، تو اس پر ہم خاموش رہے، اس پر ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ایک آدھ لفظ ہم بھی کہہ دیا کرتے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی اس چیز کو (بھی) معاف فرمادیں گے۔ **(اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ: ص ۷۵)**، [۱]

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امام الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث اور روات کے ماہر تھے، اور یہ بغیر قوۃ الحفظ اور کامل الضبط کے ممکن نہیں۔

(۵) امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۹ھ) کہتے ہیں کہ

"كان النعمان بن ثابت فهما عالما متثبتا في علمه إذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعده إلى غيره"۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م ۱۵۰ھ) عقلمند عالم تھے، اپنے قرآن وحدیث کے علم میں "ثبت" تھے، جب امام صاحبؒ کے نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہوجاتی، تو کسی اور کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ **(الانتقاء لابن عبدالبر: ص ۱۲۸)**، [۲]

اور "ثبت" کے الفاظ، راوی کے قوی الضبط ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ **(فتح المغیث: ج ۲: ص ۱۱۵)**،

(۶) ثقہ، حافظ، مجاہد، امیر المومنین فی الحدیث، امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کہتے ہیں کہ

"غلب ابو حنيفة رحمه الله الناس بالحفظ و الفقه و الصيانة و شدة الورع"۔

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) حافظہ، فقہ، پرہیزگاری اور اتقان میں محدثین پر غالب تھے۔ **(مناقب للمکی:**

---

[۱] احادیث کی صحت وضعف اور معرفۃ الرواۃ، بغیر جید حافظہ کے ممکن نہیں ہے، نیز یہ روایت حسن ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۲۱: ص ۶۰)**، [۲] اس کی سند حسن ہے۔ **(دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۷: ص ۴۵)**،

ص ۱۸۴، طبع بیروت)،

غور فرمائیں! ابن المبارکؒ کے نزدیک، محدثین پر امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) حافظہ کے سلسلے میں غالب تھے، ایک اور روایت میں میں عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) اصحاب الاوزاعی کو روایت بیان کرنے سے، اس لئے رک گئے کہ ان حضرات نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو حدیث میں کمزور سمجھا تھا، فیما اعلم، پھر کتاب بند کردی اور فرمایا: کہ "مارأیت مثل أبي حنيفة"۔

میں نے امام صاحبؒ جیسا نہیں دیکھا۔ (کشف الآثار الشریفۃ: ج ۱: ص ۲۳۸، نیز دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۲۲)،

حدیث میں "مارأیت مثل" کے الفاظ، راوی کے اعلی درجہ کے ثقہ، ثبت اور کامل الضبط ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ (فتح المغیث: ج ۲: ص ۱۱۴)،

نوٹ:

آخیر عمر میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو امام ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے ترک نہیں کیا تھا۔ (دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۲: ص ۳۳)،

[جاری ہے۔۔۔۔]

یاداشت